انھوں نے اپنی سوانح حیات میں کیا ہے۔ بابا ان سے اکثر دکشنا لینے کے لیے دباؤ ڈالتے تھے۔ چنانچہ ایک بار انھوں نے اپنے پیسے کی ساری تھیلی ان کے سامنے الٹ دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں اسے روپے پیسے کی کبھی کمی نہیں ہوئی۔

دکشنا کے ایک اور معنی بھی تھے۔ کئی مثالیں ایسی ہیں جب بابا نے روپے پیسے کی دکشنا طلب نہیں کی۔ دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔(۱) بابا نے پروفیسر جی جی نار کے سے ۱۵ روپے دکشنا دینے کے لیے کہا۔ انہوں نے جواب میں بابا سے کہا کہ ان کے پاس ایک پائی بھی نہیں ہے بابا نے پھر کہا کہ تم یوگ وشسٹھ پڑھتے ہو مجھے اس میں سے دکشنا دو۔ اس سے دکشنا دینے کا مطلب تھا کہ ان لوگوں کو یوگ کی تعلیم دینا جن کے دلوں میں بابا رہتے ہیں۔

ایک اور مرتبہ بابا نے ایک خاتون جس کا نام مسز آر۔ کے ترکھڈ تھا سے چھ روپے کی دکشنا مانگی۔ خاتون کو بہت دکھ ہوا کہ اس کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ تب اس کے خاوند نے اسے بتایا کہ بابا چھے بری عادتوں کو دینے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ بابا نے اس کے خاوند کی وضاحت سے اتفاق کیا۔ یہ چھے بری عادتیں (۱) غصہ (۲) لالچ (۳) خود غرضی (۴) اہنکار (۵) چغلی (۶) گھمنڈ تھیں۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ گو بابا دکشنا کے طور پر بہت سارا روپیہ جمع کرتے تھے پر وہ اسے اسی دن لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور دوسری صبح تک وہ پھر معمول کی طرح فقیر ہی بن جاتے تھے۔ جب بابا نے سادھی اختیار کی تو اس وقت ان کے پاس چند روپے ہی تھے حالانکہ وہ دس سال میں لوگوں سے ہزاروں روپے کے طور پر لے چکے تھے۔ مختصر یہ کہ اپنے بھگتوں سے دکشنا لینے سے بابا کا مقصد انھیں دنیا ترک کرنے کا سبق دینا اور پاک کرنا تھا۔

ایک پیسے کا سکہ رکھ دیتا تو وہ اسے جیب میں ڈال لیتے۔ اگر وہ روپے کا مسئلہ ہوتا تو اسے فوراً واپس کر دیتے۔ پھر جب بابا کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی اور لوگ بڑی تعداد میں ان کے پاس آنے لگے تو انھوں نے دکشنا مانگنا شروع کر دی۔

ہندوؤں کی شرتی (وید) میں لکھا ہے کہ دیوتاؤں کی پوجا اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک سونے کا سکہ نہ چڑھایا جائے۔ اگر دیوتاؤں کی پوجا کے لیے سکہ ضروری ہے تو سنتوں کی پوجا کے لیے ضروری کیوں نہ ہو۔ بالآخر شاستروں نے اس کو ضروری قرار دیا کہ جب بھی کوئی دیوتا، بادشاہ سنت یا گورو کی زیارت کرنے کے لیے جائے تو اسے خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔ اس کو کچھ نہ کچھ ضرور چڑھانا چاہیے خصوصاً کوئی سکہ یا روپیہ۔ اس سلسلے میں اپنشدوں نے جو کچھ کہا ہے اور جو راستہ بتایا ہے اس کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک اپنشد کہتا ہے کہ بھگوان پرجاپتی نے دیوتاؤں کو ہدایت دیتے ہوئے "د" حرف عنایت کیا۔ دیوتاؤں نے اس کے معنی یہ لیے کہ انھیں "دم" یعنی ضبط نفس پر عمل کرنا چاہیے۔ بہتوں نے اس سے "دیا" مراد لی یعنی یہ کہ انھیں رحم کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔ انسانوں کے لیے "دان" کی سفارش کی گئی۔ ایک دوسرے اپنشد میں استاد اپنے شاگردوں کو "دان" دینے اور اپنے اندر دوسرے محاسن پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ "دان" کے سلسلے میں وہ کہتا ہے:-

"پورے اعتقاد کے ساتھ یا اس کے بغیر بھی دان دو۔ پوری فراخدلی سے دو۔ انکساری، ڈر اور ہمدردی کے ساتھ دو" اپنے بھگتوں کو دان کا سبق دینے اور روپے کی چنگل سے آزاد کر کے ان کے دلوں کو صاف و پاک کرنے کی خاطر بابا ان سے دکشنا لیتے تھے۔ لیکن ان میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنے بھگتوں سے جو کچھ لیتے اس سے سو گنا زیادہ ان کو لوٹا دیتے تھے۔ اس طرح کے کئی واقعات ہیں جن کو ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ مشہور اداکار گنپت راؤ کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ جس کا ذکر

روپے چودہ آنے نکال کر رتن جی کو واپس دے دیئے۔ اس نے بہت کوشش کی کہ اس کا مطلب جانے۔ اس نے یہ سارا واقعہ اپنے گورو داس گنو کو سنایا۔ تین روپے چودہ آنے کی بات بھی اس نے اپنے گورو کو بتائی۔ داس گنو نے اسے کہا شرڈی جانے سے پہلے تمہارے گھر میں ایک مسلمان فقیر جس کا نام "مولی صاحب" تھا آیا تھا۔ اس کی خاطر تواضع میں تمہارا کتنا خرچ آیا تھا۔ حساب لگا کر رتن جی نے انھیں بتایا کہ پورے تین روپے چودہ آنے۔ اب اس کی سمجھ میں بات آئی کہ بابا نے یہ روپے اس کو کیوں لوٹائے تھے۔ ان واقعات سے پتا چلتا ہے کہ بابا ہر جگہ موجود ہوتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد رتن جی کے گھر اولاد بھی ہوئی اور اس کے من کی مراد پوری ہو گئی۔

دکشنا مانگنے کا فلسفہ

یہاں اب ہم بابا کے دکشنا کے فلسفے پر روشنی ڈالتے ہوئے ختم کرتے ہیں۔ شروع شروع میں یہ سب کو پتا تھا کہ جو لوگ بابا کو ملنے کے لیے جاتے تھے بابا ان سے دکشنا مانگتے تھے۔ کوئی یہ سوال پوچھ سکتا ہے کہ جب بابا ایک فقیر تھے اور ان کا اس دنیا سے کوئی واسطہ نہ تھا تو پھر ان کا روپے پیسے سے کیا تعلق تھا۔ اب ہم اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ ابتداء میں بابا کچھ بھی نہیں لیتے تھے۔ وہ ماچس کی جلی ہوئی تیلیوں کو جمع کر کے اپنی جیب میں بھر لیتے تھے۔ وہ کسی سے بھی کچھ نہ مانگتے تھے چاہے وہ کوئی بھگت ہوتا یا کوئی اور۔ کوئی اگر ان کے سامنے پیسے رکھ دیتا تو وہ اس سے تیل یا تمباکو خریدتے تھے۔ وہ تمباکو کے بہت شوقین تھے اس لیے بیڑی یا چلم ضرور پیتے تھے۔ پھر کچھ لوگوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ وہ سادھو سنتوں کے پاس خالی ہاتھ تو نہیں جا سکتے چنانچہ انھوں نے ان کے سامنے ریزگاری رکھنی شروع کر دی۔ اگر ان کے سامنے کوئی

نندید کے رتن جی کو اولاد نصیب

نظام کی ریاست کے ایک مقام نندید میں ایک پارسی مل کنٹریکٹر اور تاجر رہتا تھا جس کا نام رتن جی شاہ پور جی واڈیا تھا۔ اس نے بہت دولت جمع کی تھی اور بیش بہا کھیتوں اور زمینوں کا مالک تھا۔ اس کے پاس بے شمار مال مویشی گھوڑے اور آنے جانے کے سادھن تھے اور وہ بہت خوشحال تھا۔ بظاہر وہ بڑا خوش اور مطمئن نظر آتا تھا لیکن اندر سے ایسا نہیں تھا۔ قدرت کا کچھ کھیل ہی ایسا ہے کہ اس دنیا میں کوئی بھی پوری طرح نہ تو خوش ہے اور نہ امیر۔ رتن جی بھی قدرت کے اس قانون سے مستثنیٰ نہیں تھا۔ وہ بہت فراخ دل اور لوگوں کی مدد کرنے والا تھا۔ وہ غریبوں کو روٹی اور کپڑے دیتا اور ہر طرح سے مدد کرتا۔ لوگ اسے بہت ہی خوش سمجھتے لیکن وہ خود کو مصیبت زدہ تصور کرتا۔ اس کو یہ ساری دنیا بے معنی نظر آتی تھی اور جس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے علاج معالجے کا بھی سہارا لیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ سب کچھ کرنے پر بھی جب اس کی تمنا پوری نہ ہوئی تو اس نے اپنے گورو مہاراج "داس گنو" کے پاس جا کر اسے اپنے دل کا حال بتایا۔ داس گنو نے اس سے کہا کہ وہ شرڈی چلا جائے بابا کو اپنا حال سنائے اور بیان کرے۔ بابا کے پیروں میں بیٹھ کر ان سے التجا کرے وہاں سے وہ یقیناً خالی ہاتھ نہ لوٹے گا۔ یہ سن کر رتن جی خوش ہو گیا اور اس نے فوراً شرڈی جانے کی تیاری کی اور کئی قسم کے پھل بابا کے لیے نندید سے لے کر وہ بڑے ادب و احترام کے ساتھ بابا کے ہاں پہنچ گیا۔ بابا اس وقت مسجد میں بیٹھے تھے اس نے ان کے گلے میں پھول کی مالا ڈال دی اور میوے سامنے رکھ کر بابا کے پاس بیٹھ گیا۔ کچھ دیر انتظار کر کے رتن جی نے بابا کو اپنی بپتا سنائی۔ بابا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "مالک ٹھیک کرے گا" جب رتن جی اٹھنے لگا تو بابا نے اس سے کہا "تم اپنے جیب سے مجھے پانچ روپے دکشنا دو" رتن جی خوش ہو گیا اور جیب سے پانچ روپے نکال کر بابا کے سامنے رکھ دیئے۔ بابا نے اس میں سے تین

نواں باب

بابا کی اختیار شاہی

پچھلے باب میں ہم نے بتایا کہ کس طرح بابا نے بے علاج بیماریوں کا علاج کیا۔ اب ہم یہ بیان کریں گے کہ کس طرح بابا نے رتن جی واڈیا کو اولاد عطا کی۔ بابا کے مختلف کام ان کا کھانا، پینا یا چلنا پھرنا اور ان کی باتیں سب میں ایک طرح کی مٹھاس تھی۔ ان کی زندگی مانو سکون کا ایک مجسمہ تھی۔ انھوں نے اپنی زندگی اپنے مریدوں کے لیے وقف کی تھی تاکہ وہ انھیں ہمیشہ یاد کرتے رہیں اور اس کا فائدہ اٹھائیں۔ انھوں نے ان کو اپنے فرائض پورے کرنے اور اس طرح بالآخر انھیں مذہب کے سچے راستے پر چلنے کے قابل بنایا۔ بابا کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ اس دنیا میں آکر ہنسی خوشی خود کو پا سکیں۔ پچھلے جنم کے اعمال کی وجہ سے ہمیں آدمی کا جسم نصیب ہوتا ہے۔ اس جسم کی مدد سے ہمیں اسی زندگی میں بھگتی اور نجات حاصل کرنی چاہئیے۔ آدمی کو کبھی بھی سست نہیں ہونا چاہئیے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئیے تاکہ زندگی کا مقصد حاصل کر سکیں۔ اگر آپ ہر روز بابا کی ان کہانیوں کو سنیں گے تو آپ کو بابا کی زیارت نصیب ہو گی۔ آپ رات دن من میں ان کو یاد کریں گے۔ جب آپ اس طرح سائی بابا کو اپنے وجود کا حصہ بنائیں گے تو آپ کے دل کی کمزوری دور ہو جائے گی اور اگر یہ سلسلہ آپ جاری رکھیں گے تو آپ بالآخر خالص شعور (حقیقتِ مطلق) میں مدغم ہو جائیں گے۔